رشید اختر

مسلمان مؤرخین

(۴)

المسعودی

ابوالحسین علی بن الحسین المسعودی، حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل میں تھے۔ یاقوت اور السبکی کے بیان کے مطابق وہ بغداد میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی۔ شروع کی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ یاقوت کا دعویٰ ہے کہ مسعودی بغداد کے سوا کسی اور جگہ کے نہ تھے۔ وہ اس دعویٰ کے ثبوت میں مسعودی کا اپنا قول پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں "لان المسعودی ذکر فی السفر الثانی من کتابہ المعروف بمروج الذھب وقد عدد فضائل الاقالیم ووصف ھواھا واعتدالھا ثم قال واوسط الاقالیم اقلیم بابل الذی مولدنا بہ"[1] السبکی نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے السبکی کے الفاظ ہیں:-

"انہ من ذریۃ عبداللہ من مسعودؓ اصلہ من بغداد واقام بھا زماناً"[2]

لیکن دونوں کی روایات کے برعکس محمد بن اسحاق الندیم نے اپنی مشہور کتاب "الفہرست" میں مسعودی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:- "ھذا الرجل من اھل المغرب' یعرف بابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی، من ولد عبداللہ بن مسعودؓ"[3]

ابن الندیم ہماری تاریخ کے بہت قدیم مؤرخ ہیں اور مستند ہیں۔ لیکن ان کے مقابلہ میں یاقوت کی رائے اس لئے زیادہ صحیح ہے کہ ایک تو ان کی تائید کئی دوسرے مورخین نے کی دوسرے اس لئے کہ مسعودی کا اپنا بیان یہی ہے کہ وہ ارض بابل کے رہنے والے تھے یہ ان کا مولد[4] تھا۔

---

[1] یاقوت معجم الادبا جز ۱۳ صفحہ ۹۰-۹۱ (مطبوعہ دارالمامون) [2] السبکی طبقات الشافعیہ جز ۲ صفحہ ۳۰۷

[3] الفہرست صفحہ ۲۱۹ (مطبوعہ مصر) [4] مروج الذھب جز اول صفحہ ۳۷۲ (مطبوعہ عصریہ بغداد)

مسعودی کے اپنے بیان کے بعد یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ مسعودی بغداد کے نہ تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مسعودی نے اقالیم کی آب و ہوا کا ذکر کرنے کے بعد عراق کی زمین کی خوبیاں بیان کی ہیں اور اسے مشرق کا مینار نور قرار دیا ہے۔ بہرحال مسعودی بغداد ہی کے تھے۔ وہ مغرب کے نہ تھے۔ چونکہ انھوں نے مصر میں قیام کر لیا تھا اس لئے ابن ندیم یہ سمجھے کہ وہ مغرب کے رہنے والے ہیں ہو سکتا ہے۔ کہ انھیں ایسی کوئی روایت بھی پہنچی ہو اور انھوں نے مروج الذہب کا یہ حصہ نہ دیکھا ہو جس میں مسعودی نے بابل کو اپنا مولد مانا تھا۔

مسعودی ہماری تاریخ میں پہلے مورخ ہیں جنھوں نے تاریخ کو نیا انداز عطا کیا اور پہلے مؤرخین سے قطع نظر کرکے واقعات و حالات کو سنین کے گرد منظم و مرتب کرنے کی بجائے دول و ملوک و شعوب کے گرد گھمایا۔ ہر بادشاہ، ہر مملکت اور ہر قبیلہ کے حالات الگ الگ عنوانات کے تابع رکھے۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام کا ذکر جب شروع کیا۔ تو ان کے ذکر کے سوا کسی اور کے ذکر سے بحث نہیں کی۔ اسی طرح ان کے بعد کی شخصیتوں کا ذکر کرتے کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر تک پہنچے۔ پھر ہندوستان کا ذکر کیا۔ پھر ارضی، بحار، مبادی الانہار، الجبال و الاقالیم السبعہ اور ان کی جغرافیائی حیثیت پر گفتگو کی۔

قبولیت کے اعتبار سے مسعودی پہلے عرب مورخ ہیں، جن کی مثال پہلے یا ان کے دور میں کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ ان کا انداز بے حد سلجھا ہوا اور ناقدانہ ہے۔ اور اس کا غالباً سبب یہ ہے کہ وہ فلسفیانہ ذہن رکھتے تھے موضوع سے ہٹ کر بات کرنا انھیں پسند نہ تھا۔

یوں یہ صحیح ہے، کہ ان کی روایات اس درجہ صحیح نہیں ہیں جتنی کہ ابن جریر کی ہیں، اس لئے کہ ابن جریر طبری، مسعودی سے بہت زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے۔ انھوں نے تاریخ کو اس انداز میں بیان کیا جس طرح حدیث بیان کی جایا کرتی۔ انہوں نے پہلے اسناد بیان کیں اور پھر بات کہی۔ اور ہر سال میں جتنے واقعات پیش آئے اور جو شخصیتیں ابھریں یا گریں ان کا ذکر کر دیا۔ یہ انداز ایک لحاظ سے بہت اچھا تھا۔ لیکن قدیم تھا اور عربوں کے عام مزاج اور طبیعت کے تابع تھا، لیکن اس

میں وہ فلسفیانہ حسن نہ تھا جو ایک شخصیت کو عنوان قرار دے کر مسعودی نے پیدا کیا۔

مسعودی کی مشہور کتاب "مروج الذہب" ہے۔ ہم اس کا ایک ٹکڑا بطور نمونہ ذیل میں درج کر رہے ہیں، تاکہ مسعودی کا اندازِ بیان سمجھ میں آسکے۔ عنوان ہے:۔ ذکر ایام الولید بن عبد الملک۔

بویع الولید بن عبد الملک بدمشق فی الیوم الذی توفی فیہ عبد الملک وتوفی الولید بدمشق المنصف من جمادی الاخرۃ من سنۃ ست وتسعین فکانت ولایتہ تسع سنین۔ وثمانیۃ اشھر ولیلتین۔ وھلک وھو ابن ثلاث واربعین سنۃ وکان یکنی بابی العباس۔ یعنی عبد الملک کی وفات کے دن ولید کی بیعت کی گئی۔ اس نے دمشق میں ۹۶ھ میں وفات پائی۔ نو سال آٹھ مہینے اور دو راتیں حکومت کی۔ موت کے وقت اس کی عمر ۴۳ سال تھی ابو العباس اس کی کنیت تھی۔

اس کے بعد دوسرا عنوان قائم کرتے ہیں؛ "ذکر لمع من اخبارہ وسیرہ" اس کے تحت ولید کے کارناموں اور حالات کا مختصر بیان کر دیا ہے۔ ہمارے خیال میں مسعودی اس انداز کے بانی تھے۔ گو آج کل کے زمانہ میں فن تاریخ میں کئی اور اچھائیاں پیدا ہو گئی ہیں لیکن مسعودی کا اندازِ بیان انتہائی جامع ہونے کے ساتھ ساتھ بہت مختصر تھا۔ ان کے ہاں دوسرے مورخین کی طرح نہ تو کہیں تکرار ہے اور نہ ایسی تفصیل ہے جو کہیں بھی غیر ضروری معلوم ہو۔

ان کی کتاب "مروج الذہب" چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حضرت ابراہیم سے لے کر خلیفہ عباسی مطیع اللہ تک کے مختصر حالات و واقعات انہوں نے اس خوبی سے بیان کئے ہیں کہ کسی دور اور زمانہ کو سمجھنے کے لئے کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ مسعودی نے کہیں کہیں خلفائے بنو امیہ اور بنو عباس کے ذاتی حالات بیان کرتے وقت بعض غیر معتدبہ باتیں بھی کہہ دی ہیں کچھ باتیں تو ایسی ہیں جن کی تائید کسی بھی دوسرے مورخ نے نہیں کی۔ مثلاً معتضد کے حزم فی الامور کی مثال دیتے ہوئے وہ ایک چور کا قصہ لکھتے ہیں جس نے بیت المال میں سے کچھ روپیہ چرا لیا

لہ :۔ مروج الذہب جزء ۳ صفحہ ۹۶

تھا۔ معتضد نے بڑی مشکل سے اس سے اقبال جرم کرایا اور پھر اسے بڑی خوفناک سزا دی۔ اس کے ہاتھ، پاؤں بندھوا دیئے اس کے کان، ناک اور تمام دوسرے رستے بند کروا دیئے اور ایک نالی کے رستے اس کے جسم میں پھونک بھروائی۔ یہاں تک کہ اس کا جسم پھول گیا اور آنکھیں پھوٹ پڑنے کو تھیں۔ پھر اس نے جراحوں سے اس کی کنپٹیوں پر چھید کروائے۔ ان چھیدوں میں سے ہوائیں نکلنے لگی جیسے بنسری کے اندر سے بند آواز نکلتی ہے آواز کے ساتھ ساتھ خون کے فوارے بھی چھٹے۔ یہاں تک کہ وہ آدمی مرگیا۔ خود مسعودی کا بیان ہے۔ "وکان ذالک اعظم منظر رأیتہ فی ذالک الیوم من العذاب" ہمارے نزدیک یہ بات معتضد کی فطرت کے خلاف تھی۔ لیکن مسعودی کا دعویٰ ہے کہ معتضد بہت بڑا ظالم تھا اور وہ اپنے غلاموں سے اسی قسم کا سلوک کرتا تھا۔[1] مگر یہ باتیں ایسی ہیں جن کی تصدیق کسی دوسرے مورخ نے نہیں کی۔ ہوسکتا ہے کہ مسعودی نے یہ باتیں جن راویوں سے سنی ہوں وہ معتمد نہ ہوں۔

مسعودی نے اسی طرح کے اور بہت سے قصے بھی لکھے ہیں۔ جن کی تصدیق دوسرے مورخین سے نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود مسعودی نے بنو امیہ اور بنو عباس کی سیرت و کردار کا جو پہلو پڑھنے والوں کے سامنے رکھا ہے وہ دوسرے مورخ نہیں رکھ سکے۔

البتہ مسعودی کے انداز بیان کا جو رخ ہمیں ناپسندیدہ ہے، وہ یہ ہے کہ کہیں کہیں وہ بے کار سے واقعات کو اس قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ طبیعت اکتا جاتی ہے۔ مثلاً یہی واقعہ جسے ہم نے اوپر درج کیا ہے، انھوں نے پورے تین صفحات میں بیان کیا ہے اسی طرح جعفر برمکی اور عباسیہ کے باہمی تعلق کی داستان کئی صفحات میں پھیلائی ہے۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی مفصل کتاب "اخبار الزمان" سے اختصار کرتے وقت جن واقعات کو دلچسپ سمجھا، جوں کا توں رہنے دیا ہے۔ اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسعودی نے ان گنت بار خلفاء اور بعض دوسرے لوگوں کے حالات بیان کرتے وقت اپنی کتاب "اخبار الزمان" کا ذکر کیا ہے۔ مروج الذہب کے آخر

---

[1] مروج الذہب جزء ۴ ص ۱۸۳، ص ۱۸۴، ص ۱۸۵۔ [2] ایضاً جزء ۴ ص ۱۶۸۔

میں بھی مسعودی نے یہی بات لکھی ہے۔

مسعودی کی یہ کتاب "اخبار الزمان" ابھی تک دنیا کے سامنے نہیں آئی اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی کیفیت کیا تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسعودی نے اس بات کی پوری کوشش کی تھی کہ ان کی یہ کتاب مروج الذہب "اخبار الزمان" کی نقل نہ بننے پائے خود ہی فرماتے ہیں: "وذکرنا فی کل کتاب من ہذہ الکتب مالم نذکرہ فی الآخر الا ما لا یسع ترکہ"[1] ہم نے ان کتابوں میں سے ہر کتاب میں وہ باتیں ذکر کی ہیں، جو دوسریوں میں ذکر نہ کی تھیں لیکن ایسی باتیں جن کا تکرار ضروری تھا۔

مسعودی نے جب اپنی یہ کتاب تالیف کی تو انہیں اس کی خوبیوں پر آپ ناز ہوا۔

فلقد جمعنا فیہ فی عدۃ السنین باجتہاد وتعب عظیم وجولان فی الاسفار وطواف فی البلدان من الشرق والغرب وکثیر من الممالک غیر مملکۃ الاسلام فمن قرأ کتابنا ہذا فلیتدبرہ بعین المحبۃ ولیتفضل ہو باصلاح ما انکرہ مما غیرہ الناسخ وصحفہ الکاتب والیدع لی نسبۃ العلم وحرمۃ الادب وموجبات الروایۃ مما تجشمت من التعب فیہا فان منزلتی فیہ وفی نظمہ وتالیفہ بمنزلۃ من وجد جوہراً منثوراً ذا انواع مختلفۃ وفنون متباینۃ فنظم منہا سلکاً واتخذ عقداً نفیساً ثمیناً باقیاً لطلابہ۔

یعنی ہم نے اس کتاب کی تالیف میں برسوں صرف کئے اور سخت محنت اٹھائی لمبے لمبے سفر اختیار کئے۔ مشرق و مغرب کے شہروں میں گھومے اور مملکت اسلام کے علاوہ بہت سے غیر اسلامی ممالک بھی دیکھے جو بھی ہماری یہ کتاب پڑھے اسے اس پر محبت کی نگاہ ڈالنی ضروری ہے اس میں اگر کوئی ایسی بات ہو جو اسے ناپسند ہو تو اسے ٹھیک کر دے۔ البتہ ایسی باتیں جو ناسخ اور کاتب کے سہو ہیں۔ قابل درگذر ہیں۔ حرمت ادب اور موجبات روایت یہ ہیں کہ ان کی نسبت میری طرف نہ کی جائے اور میری محنت کا خیال نہ بھولا جائے اس لئے کہ اس

---

[1] مروج الذہب جز ۴ ص ۳۰۶، ص ۳۰۹،

کتاب کی تالیف و ترتیب میں بڑی حیثیت اس شخص کی ہے جس نے مختلف انواع و فنون کے جوہر پائے۔ اور انہیں ایک رشتہ میں منسلک کر دیا اور آنے والے لوگوں کے لیے نفیس و قیمتی مالا میں پرو دیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ مسعودی کی یہ کتاب جواہرات کا معدن ہے اس میں بے شمار قیمتی موتی بھرے پڑے ہیں اور مسعودی نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ یہ کتاب زیادہ سے زیادہ جامع اور مفید ہو۔

کتاب کے آخر میں مسعودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مطیع اللہ عباسی تک تمام خلفاء اور سلاطین کی حکومت کے سنین اور تاریخیں بھی تحریر کر دی ہیں۔ اس سے کتاب کی افادیت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ گو یہ تاریخیں پہلی کتابوں میں موجود تھیں۔ مگر الگ الگ تھیں۔ مسعودی نے وہیں ایک باب میں جمع کر کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ ان تاریخوں کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سنہ ۳۳۵ھ تک جن ائمہ نے حج کی امارت کے فرائض انجام دیئے ان کے نام اور تاریخیں بھی منضبط کر دیں۔ مختصر یوں سمجھئے کہ مسعودی نے پہلے مورخین سے خود کو نمایاں کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔

مسعودی کی یہ کتاب یورپ میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ پہلے پہل اسے پیرس میں مستشرق باربیہ دی . مینار نے فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ نو جلدوں میں سنہ ۱۸۶۲ء میں چھاپا۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔

مصر میں اسے دو جلدوں میں چھاپا گیا۔ ہمارے پاس جو نسخہ ہے وہ چار جلدوں میں تقسیم کر کے سنہ ۱۹۳۸ء میں چھاپا گیا ہے۔

مروج الذہب کی طرح، مسعودی کی تالیف التنبیہ والاشراف بھی بہت مفید کتاب سمجھی گئی ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے لیڈن میں سنہ ۱۸۹۴ء میں چھپی۔ اس کی ضخامت پانچ سو صفحات تھی۔ پھر اسے قاہرہ سے چھاپا گیا۔ یہ کتاب تاریخ کم ہے اور علم زیادہ ہے۔ اس میں مختلف موضوعات مثلاً افلاک کی ہیئات، نجوم، ان کی تاثیر عناصر اور ان کی تراکیب، اقسام ازمنہ، فصول السنہ، ان کے منازل، ہواؤں، زمینوں ان کی شکلوں، ان کی پیمائشوں، ان کی سرحدوں، ان کے باشندوں، حدود الاقالیم السبعہ، عرض و طول، انہار، پہلی سات قوموں، ان کی زبانوں، ان کے مسکنوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز ملوک فرس، ان کے

طبقات اور ان کے اخبار اور سنین قمریہ وشمسیہ نیز رسول اللہ کی مختصر سیرت اور سیرت خلفا اور ان کے مناقب بھی بیان ہوئے ہیں۔ کتاب کا حجم چونکہ صرف پانچ سو صفحات ہے اس لئے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مصنف نے ان تمام موضوعات پر بحث کرتے وقت کس قدر اختصار سے کام لیا ہوگا۔

البتہ مصنف کی کتاب "اخبار الزمان" ایک بہت مفصل اور جامع کتاب تھی۔ کہا گیا ہے کہ اس کی تیس ضخیم جلدیں تھیں۔ لیکن اس وقت اس کے پہلی جزء کے سوا اور کوئی جزء دنیا کے کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہے۔ البتہ مصنف چونکہ مروج الذہب میں بار بار اس کا ذکر کرتا ہے اس لئے لازمی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ یہ کتاب پہلی صدیوں میں کہیں نہ کہیں موجود تھی۔ مگر چونکہ بہت ضخیم تھی اس لئے کہیں ضائع ہو گئی۔ اگر یہ کتاب کہیں موجود ہوتی تو ہماری تاریخ کا سرمایہ بہت بڑھ جاتا۔ اخبار الزماں کے علاوہ مصنف کی کتاب "الکتاب الاوسط" بھی قریب قریب ناپید ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آکسفورڈ لائبریری میں اس کا ایک نسخہ ہے مگر اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

مصنف کی ان کتابوں کے علاوہ ابن شاکر نے "فوات الوفیات"[1] میں چند اور کتابوں کے نام بھی لئے ہیں جو یہ ہیں۔ کتاب ذخائر العلوم وما کان فی سالف الدہور۔ کتاب الرسائل والاستذکار لما مر فی سالف الاعصار، کتاب التاریخ فی اخبار الامم من العرب والعجم، کتاب خزائن الملوک وسر العالمین۔ کتاب المقالات فی اصول الدیانات، کتاب البیان فی اسماء الائمۃ اور کتاب الخوارج۔

الیعقوبی

ابن واضح الیعقوبی بھی تیسری صدی ہجری کے ان بڑے مورخین میں سے ایک ہیں جنھوں نے تاریخ میں ایک نئی راہ اختیار کی تھی۔ الیعقوبی کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ آرمینیا اور خراسان میں گذرا اور سیاحت بھی خوب کی ان کی کتاب البلدان جغرافیہ کی ایک بنیادی کتاب سمجھی گئی ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے علامہ دی خویہ نے ۱۸۶۱ء میں لیڈن سے طبع کی۔

---

[1] فوات الوفیات جزء ۲ صفحہ ۵۔ ابن الندیم الفہرست صفحہ ۲۱۹۔

ان کی دوسری کتاب تاریخ الیعقوبی جس نے انھیں مورخین کی صفِ اوّل میں جگہ دی ہے دو بڑے اجزا پر مشتمل ہے یہ کتاب سب سے پہلے ۱۸۸۳ء میں لیڈن سے علامہ ہاؤتسما کی نگرانی میں چھپی۔ حال ہی میں اس کا ایک نسخہ عام سادہ کاغذ پر نجف اشرف کے ایک کتب خانہ الغرفی نے چار حصوں میں چھاپا ہے۔ پنجاب پبلک لائبریری میں اس کا نسخہ موجود ہے جو لیڈن کا چھپا ہوا ہے۔

یعقوبی کی کتاب کے بعض ابواب اس تعصب کا شکار ہو گئے۔ جو بعض علما کو سنی اسلاف سے تھا، مثلاً وہ عبدالملک کے قبۃ الصخرۃ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

> عبدالملک نے اہل شام کو حج کرنے سے روکا کیونکہ ابن زبیرؓ انہیں پکڑ لیتے اور ان سے اپنی بیعت کروا لیتے۔ جب عبدالملک نے یہ صورتِ حال دیکھی، تو لوگوں کو مکہ جانے سے روک دیا۔ لوگوں کو یہ بات ناگوار ہوئی اور انہوں نے عبدالملک سے شکوہ کیا کہ تو ہمیں حج بیت اللہ سے روکتا ہے۔ حالانکہ حج بیت اللہ ہم پر اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے۔ اس نے انہیں جواب دیا کہ یہ ابن شہاب الزہری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تین مساجد کے سوا کسی اور جگہ کے لئے شدِ رحال نہ کرو۔ ایک مسجد الحرام، دوسری میری مسجد اور تیسری مسجد بیت المقدس۔ بیت المقدس کی یہ مسجد، مسجد الحرام کی جگہ لے سکتی ہے۔ یہاں وہ صخرہ ہے جس پر پاؤں رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات آسمان کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ یہ صخرہ تمہارے لئے کعبہ کی جگہ لے سکتا ہے یہ کہہ کر اس نے صخرہ پر قبہ تعمیر کیا اور اس پر دیباج کے غلاف چڑھائے اور لوگوں کو مجبور کیا کہ اس کے گرد طواف کریں، جس طرح کہ مکہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ یہ کیفیت پورے عہد بنو امیہ میں رہی۔[۱]

لیکن یہ روایت یعقوبی کے سوا کسی اور مورخ نے قطعاً روایت نہیں کی یقیناً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یعقوبی نے یہ روایت ایسے لوگوں سے سنی تھی جو اس کے نزدیک معتمد تھے۔ اگر اس کا فرض

---

[۱] الیعقوبی جز ثالث (مطبوعہ النجف) صد ۲۵۔

تھا کہ اس کی تحقیق دوسرے ذرائع سے بھی کرتا اور ایک ایسی بات جو قریب قریب ناممکن تھی اپنے قلم سے نہ لکھتا۔

یعقوبی نے اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف منسوب کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے بنی ہاشم کی دشمنی میں اس قدر غلو کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ترک کر دیا۔ پہلی روایت کی طرح یہ روایت بھی یعقوبی کی منفرد روایت ہے اور کسی دوسرے مورخ یا تذکرہ نویس نے ابن زبیر کے تذکرہ میں اسے روایت نہیں کیا اور اس روایت کا ماخذ بھی وہ راوی ہیں جنہیں ابن زبیر سے بیر تھا۔

اس قسم کی بعض اور روائتیں بھی یعقوبی کی حیثیت کو مجروح کرتی ہیں، لیکن ان روایتوں کے باوجود یعقوبی ایک بڑا مورخ تسلیم کیا گیا ہے اس کی شہرت زیادہ تر مغربی محققین کی علمی جدوجہد کے سبب ہوئی ہے۔ پہلے بڑے تذکرہ نگاروں، ابن الندیم، الخطیب بغدادی، ابن خلکان، الذہبی اور ابن الجوزی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

بہرحال الیعقوبی ہمارے ایک بڑے مؤرخ ہیں اور ان کی تاریخ ہمارا ایک قیمتی سرمایہ ہے یہ تاریخ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ اسلام سے پہلے کی تاریخ سے متعلق ہے جس میں الیعقوبی نے شروع کی تاریخ بنی اسرائیل کی روایات کی مدد سے تحریر کی اور ہندوستان پر بھی ان ہی کے ماخذوں کی مدد سے کچھ لکھا۔ پھر تاریخ یونان اور روما پر قلم اٹھایا۔ پھر ساسانیوں کی بحث چھیڑی۔ دوسرا حصہ اسلام سے مخصوص کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر ۲۵۹ھ تک کے حالات سے بحث کی ہے خلفائے بنو امیہ اور بنو عباس کے ذاتی کردار بھی بیان کئے ہیں اور عمومی حالت پر بھی نظر ڈالی ہے۔[۲]

ابن عبد ربہ

احمد بن محمد بن عبد ربہ عباسی مؤرخ نہیں ہیں۔ یہ اندلس کے رہنے والے تھے اور علماء نے ادب

---

[۱] الیعقوبی جزء ثالث ص۸ و [۲] اقتفاء القنوع ص۹۵ و ص۹۶۔

نے انھیں اپنے وقت کے بہت بڑے ادیبوں میں شامل کیا ہے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ احمد بن محمد ابن عبد ربہ، ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے مؤرخ تھے ایسے بڑے مؤرخ جن کی تاریخی معلومات پر کبھی کسی نے شبہ نہیں کیا۔ کتاب الاعلام جز اوّل میں تو اس امر کی حمایت موجود ہے کہ وہ گو شاعر وادیب تھے، لیکن "غلب علیہ الاشغال فی اخبار الادباء وجمعھا"[1]

ان کی مشہور عالم کتاب العقد الفرید کو بھی بعض علمائے ادب نے ادب کی بڑی کتابوں میں جگہ دی ہے لیکن یہ کتاب بھی ہماری تاریخ کی ایک بڑی قیمتی دستاویز ہے ایک ایسی دستاویز جسے ہم "الاغانی" کی طرح اپنے تاریخی سرمایہ میں سے کبھی نکال نہیں سکتے۔ یہ کتاب تین اجزا پر مشتمل ہے جس کے پہلے حصہ سے لے کر آخری حصہ تک، علم وادب کی مثال کے ساتھ ساتھ تاریخ بھی بیان ہوتی چلی گئی ہے۔ مثلاً معاویہ، یزید، عبدالملک، زیاد، حجاج، طالبیین، البرامکہ، الخوارج اور الازارقہ کے اخبار و کوائف اور عباسیوں اور غیر عباسیوں کے اقوال، جابجا بیان ہوئے ہیں۔ ہمارے خیال میں تو العقد الفرید میں بعض ایسے تاریخی حقائق بیان ہوئے ہیں۔ جنھیں دوسرے مورخ قطعاً نظر انداز کر گئے تھے۔ اگر العقد الفرید کسی وجہ سے نہ چھپتی تو ہماری نظر ان تاریخی حقائق پر نہ پڑ سکتی۔ یہ کتاب پہلے محض مخطوطہ تھی اور اب اس قدر مقبول ہے کہ مصر، بیروت اور کئی دوسرے شہروں سے کئی بار چھپ چکی ہے۔

احمد بن محمد بن عبد ربہ ہمارے ان مورخین میں سے ہیں جن کے تذکرہ کے بغیر کوئی تذکرہ مکمل نہیں سمجھا جا سکتا۔ وہ اندلس کے رہنے والے تھے۔ ۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۸ھ میں قرطبہ میں وفات پائی اور بنی العباس کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

عبد ربہ بہت اچھے شعر کہتے تھے انھوں نے الحکم بن عبد اللہ الناصر الاموی کا طویل قصیدہ لکھا تھا جس نے ان کی ادبی حیثیت کی دھاک بٹھا دی تھی۔ وہ یوں تو موالی بنی امیہ میں سے تھے مگر ان کے علم نے انہیں شاہوں پر بھاری کر دیا تھا اور علما کی محفل میں ان کے لئے اونچی جگہ مخصوص

---

[1] کتاب الاعلام جز اول ص ۶۹

ہوگئی تھی۔ صاحب آداب اللغۃ العربیۃ اور ابن خلکان نے ان کا ذکر کرتے ہوئے انھیں اپنے وقت کا غیر معمولی عالم مانا ہے۔ اور ان علماء میں شمار کیا ہے جو محفوظات اور اخبار الناس کا بہت زیادہ علم رکھتے تھے[1]۔ صاحب کتاب الاعلام نے تو انہیں الادیب الفاضل اور الامام الکامل کا خطاب دیا ہے[2]۔ امام سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں بھی ان کی خوب تعریف کی ہے[3]۔ اور انہیں ادب کے ان بڑے علماء میں شامل کیا ہے جو آپ بھی زندہ رہے اور ادب کو بھی زندہ کر گئے۔

(باقی آئندہ)

---

[1] ابن خلکان جزاول ص۳۲، ص۳۳؛ آداب اللغۃ العربیۃ ص۱۴۲، ص۱۴۳؛ [2] الاعلام جزاول ص۲۹،

[3] بغیۃ الوعاۃ ص۱۷۱، یتیمۃ الدھر جزاول ص۳۶، ص۴۱۲؛ فوات الوفیات جز ثالث ص۲۴۹۔

مسئلۂ اجتہاد

مولانا محمد حنیف ندوی

قرآن سنت، اجماع، تعامل اور قیاس کی فقہی قدر و قیمت

اور ان کے حدود پر ایک نظر

صفحات ۱۸۴ ——— قیمت ۳/- روپے

اسلام کا نظریۂ اخلاق

مولانا محمد مظہر الدین صدیقی

قرآن اور حدیث کی روشنی میں اخلاقی تصورات اور ان کے نفسیاتی اور عملی پہلوؤں کی عالمانہ تشریح ——— صفحات ۱۲۰ - قیمت ۲ روپے

ملنے کا پتہ:- سیکرٹری ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ۔ لاہور